ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ماخذ تحقیقی مجلہ

نعمت اللہ ارشد

پی ایچ ڈی اُردو اسکالر، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر سید بادشاہ ملک

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

صائمہ اختر

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول جوڑیاں خورد، سیالکوٹ

سمیرا شریف طور کے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" میں سماجی شعور

Naimat Ullah Arshad
PhD Urdu Scholar, Al-Hamd Islamic University, Islamabad
Dr. Syed Badshahimulk
Assistant Professor, Deptt of Urdu, University of Malakand
Saima Akhter
Govt. Girls High School, Jourian Khurd, Sialkot

Social Consciousness in Sumaira Sharif's Novel "Tota Huwa Tara"

Literature is always helpful in understanding the changes in any society. Social situations and events are reflected in literature. A writer is a representative of his era. Sumaira Sharif Toor is a renowned contemporary novelist who has deep social consciousness. The themes of her novels are related to every aspect of human life. Feudal system, class conflict, social corruption, exploitation of middle class, emotional and spiritual exploitation of women are included .In this article we have analyzed the contribution of Sumaira Sharif Toor,s novel "ٹوٹا ہوا تارا" in creating social consciousness in the society.

Key Words: *Exploitation of women, struggle, social evils, corruption, Social consciousness, Class conflict*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کسی بھی معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور واقعات سے آگاہی اور واقفیت کے لیے ادب ہر دور میں ممد و معاون رہا ہے کیونکہ ادب کا مطلب صرف خوبصورت الفاظ کی ترتیب ہی نہیں ہے در حقیقت ادب حیات انسانی کے اظہار کا نام ہے۔ادب اپنے موضوعات اور مواد حیات انسانی کو درپیش حالات ان کے مشاہدات اور تجربات سے ہی حاصل کرتا ہے۔ناول زندگی کی حقیقت کا دوسرا نام ہے۔سماجی مسائل،زندگی کے اتار چڑھاؤ،حیات انسانی کو درپیش مشکلات کا براہ راست یا بالواسطہ ادب سے گہرا تعلق ہے۔سماجی حالات و واقعات ادب میں منعکس ہوتے نظر آتے ہیں۔

> "ناول صنعتی دور کی پیداوار ہے اور اس کا سماج اور سماجی مسائل سے گہرا رشتہ ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ سماج اور سماجی مسائل کے اظہار کے لیے ناول کی صنف وجود میں آئی۔"(۱)

سماج کے تمام نشیب و فراز کی عکاسی ادب میں نظر آتی ہے۔ادیب،شاعر اور لکھنے والا معاشرے کا ایک ایسا حساس رکن ہے جو اپنے عہد کا نمائندہ ہے جس پر گردو نواح کے حالات و واقعات اثر انداز ہوتے ہیں۔وہ اپنی تخلیقات کا تانابانا اپنے گرد و پیش سے حاصل ہونے والے تجربات اور مشاہدات سے ہی جوڑتا ہے۔قلمکار اپنے عہد کے سماجی حالات اور عوامل سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کے تجربات اور مشاہدات اس کے دور کے سماجی عوامل کی ترجمانی کرتے ہیں۔وہ جس ماحول۔میں سانس لیتا ہے اس کے ارد گرد پر گہری نظر رکھتا ہے۔سماج کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جو اس کی دور رس نگاہوں سے مخفی رہ پائے۔اس کی یہی سماجی بصیرت اس کے فن پاروں کو معیاری بناتی ہے اور وہ اپنے ماحول اور عہد کا بہترین ترجمان کہلاتا ہے۔ادب حیات انسانی کی از سر نو تعمیر و تشکیل کا دوسرا نام ہے۔ڈاکٹر محمد ایمن انصاری اپنی کتاب "اردو ناولوں میں سماجی مسائل کی عکاسی" میں لکھتے ہیں۔

> "ادب صرف لفظوں کے خوبصورت موتیوں کو فن کی لڑی میں پرونے کا نام نہیں درحقیقت ادب وہ ہے جس میں زندگی کے تجربات اورمشاہدات بیان کئے گئے ہوں۔ادیب اپنے عہد اور ماحول سے جو کچھ اخذ کرتا ہے اسی کو الفاظ کا حسین پیکر عطا کرتا ہے۔ادب کی غرض و غایت محض تفریح تفنن طبع نہیں بلکہ زندگی کی ترجمانی اور تنقید ہے۔"(۲)

آج کے دور میں تغیر و تبدل کا عمل ہر وقت جاری و ساری رہتا ہے۔ حیات انسانی ہر لمحہ، ہر گھڑی اور ہر آن اک نیا موڑ لیتی ہے۔ معاشرے میں ہر طرح کی سوچ کے حامل افراد موجود ہوتے ہیں ایک ماہر قلم کار وہ ہے جو اپنے عہد کے تمام مسائل، رجحانات، فلسفے اور نظریات سے بخوبی واقف ہو اور اس قدر مہارت رکھتا ہو کہ ان کا داخلی اور خارجی تجزیہ کرنے کے بعد حقائق کو اپنی تحریروں کے ذریعے بیان کر سکے۔ محمد ایمن انصاری اپنی تصنیف "اردو ناولوں میں سماجی مسائل کی عکاسی" میں ادب اور سماج کے تعلق کو کچھ اس طرح بیان کرتے نظر آتے ہیں۔

> "سماج سے ماورا ہو کر ادب کی تخلیق ممکن نہیں جب کبھی کسی ادیب نے اعلی ادب کی تخلیق کی ہے تو اس کا تخلیق کردہ ادب براہ راست یا بالواسطہ سماج کا مظہر رہا ہے۔ ادیب کا شعور اسے سماج کی حقیقتوں کی عکاسی اور ان پر تنقید پر مجبور کر دیتا ہے۔"۔ (۳)

سمیرا شریف طور منفرد انداز نگارش اور گہرا سماجی شعور رکھنے والی قلمکار کی حیثیت سے ادب کی دنیا میں نام پیدا کر چکی ہیں۔ ان کا طرز تحریر سادہ، آسان اور دلکش ہے۔ بہت قلیل وقت میں ان کی تحریریں قلم پر ان کی کی مضبوط گرفت کی غماز ہے۔ وہ موضوع سے انصاف کرنے کا ہنر جانتی ہیں۔ اپنے موضوع پر مکمل عبور رکھنے والی قلم کار سمیرا شریف طور بہترین الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے اپنی تحریروں میں جاذبیت اور دلکشی پیدا کرتی ہیں۔ وہ واقعات کو بڑی فنکارانہ مہارت اور ہنر مندی سے جوڑتی ہیں کہ ان میں ایک ربط اور توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ سادگی کے ساتھ حقائق تک رسائی کا عمل جاری رہتا ہے۔ آنچل اور حجاب کی مدیرہ قیصرہ آراہ لکھتی ہیں:

> "ان کا انداز ہر جگہ سادہ اور رواں ہے وہ بھاری بھر کم الفاظ اور پیچیدہ عبارت سے گریز کرتی ہیں اور اپنی علمیت کے اظہار کے لئے ایسے مشکل الفاظ کا انتخاب نہیں کرتی جو پڑھنے والوں پر گراں گزرے یہی وجہ ہے ان کی تحریریں خاص و عام میں یکساں مقبول ہیں۔"(۴)

"ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور کی ایک بہت جاندار تخلیق ہے۔ اس ناول نے ۲۰۱۶ء میں القریش پبلی کیشنز لاہور کے زیر اہتمام اشاعت کے مراحل طے کیے۔ اس ناول میں بہت سے سماجی مسائل کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ جن میں جاگیر درانہ نظام، متوسط طبقے کا استحصال، دولت کی فروانی کے منفی اثرات، امیر والدین کی بگڑی اولاد کی من مانیاں، معاشرتی بد عنوانیاں، سماجی و معاشرتی ظلم و ستم، رشتوں کے تقدس کی پامالی، زبردستی کی شادی سے پیدا ہونے والے مسائل، سماج کے منفی اور تلخ رویے، حرص و لالچ کا بھیانک انجام، جیسے اہم موضوعات پر قلم فرسائی کی۔ کسی بھی معاشرے کی بقا کے لیے عدم توازن اور ناانصافی زہر کی مانند ہے۔ معاشرے میں استحکام اور

پائیداری کے لیے عدل و انصاف کا بول بالا اور سماجی برائیوں کا قلع قمع لازمی ہے۔ کسی بھی معاشرے کی بقا کے لیے عدم توازن اور ناانصافی زہر کی مانند ہیں معاشرے میں استحکام اور پائیداری کے لیے عدل و انصاف کا بول بالا اور سماجی برائیوں کا قلع قمع لازم ہے۔

"ٹوٹا ہوا تارا" کا مرکزی کردار چوہدری حیات علی ہے ساری کہانی اس کی زندگی سے جڑے افراد اور حالات و واقعات کے گرد گھومتی ہے۔ یہ ناول تجسس سے بھرپور ہے۔ ہر لمحہ ایک نئی حقیقت اور سچائی پر سے پردہ اٹھتا ہے جو قاری کو اپنے ساتھ باندھے رکھتا ہے۔ میں۔ مصنفہ نے انسانی حیات کے ہر پہلو کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے اور حقائق کے بیان میں کسی قسم کی کوئی کمی کوتاہی نہیں برتی۔ مصنفہ نے بہت محنت، ہنرمندی اور سماجی بصیرت سے اپنی کہانیوں کا مواد انسانی زندگی سے ہی اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے ان کی تحریروں میں سماجی عوامل کی کمال ترجمانی ملتی ہے۔

مصنفہ نے اس ناول میں ایک بہت اہم موضوع کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جن بچوں کے سروں پر ماں باپ کا سایہ نہ ہو تو ان کی زندگی مشکلات سے بھری ہوئی ہوتی ہے انہیں اپنی ہر ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لئے بہت تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ مصنفہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ والدین اپنے بچوں کا ایک مضبوط سہارا ہوتے ہیں ان کی موجودگی میں کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ ان کے سایہ شفقت سے محروم ہونے کا دکھ ناقابل بیان ہے۔

> "انا کو شہوار پر بہت ترس آیا جن کے سروں پر باپ کا سایہ نہ ہو کیا وہ اس طرح زمانے کی ٹھوکروں پر آجاتے ہیں بکاؤ مال کی طرح جس کی مرضی جب جی چاہے حق جتانے کھڑا ہو جائے۔ بعض اوقات دوسروں کے در پر پڑے رہنے کی ذلت بھی بڑی جان لیوا ہوتی ہے۔ شہوار کو اب اس ذلت کا احساس ہو رہا تھا مگر وہ اپنی ماں کی وجہ سے چپ تھی۔"(۵)

مصنفہ نے اس ناول میں والدین کی لاپرواہی سے پیدا ہونے والے مسائل جیسے اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ عبدالقیوم اور اس کی بیوی کا رویہ بھی ایسا ہی تھا بچوں کو کھلی آزادی دے رکھی تھی ان کے اکاؤنٹس میں ڈھیروں پیسہ ہر ماہ ٹرانسفر کر دیا جاتا ان پر کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ وہ نائٹ کلبوں میں جاتے دوستوں کے ساتھ راتیں باہر گزارتے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بچے عادلہ، ایاز اور کاشفہ انتہائی خودسر، بدتمیز اور بدلحاظ ہو گئے جنہیں کسی رشتے کا کوئی پاس نہیں تھا۔ دولت کے خمار مست دنیا جہان سے بے گانہ بس اپنا آپ نظر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

آتا تھا دوسروں کو تکلیف اور اذیت پہچانے میں ماہر تھے۔ عادلہ سسر الیوں کو جوتے کی نوک پر رکھتی تھی اس نے اپنے شوہر عباس کی زندگی عذاب بنادی تھی۔ ایاز بھی اول درجے کا اوباش نوجوان تھا۔ یونیورسٹی میں اپنے امیر باپ کے نام کا استعمال کرتے ہوئے ہر غلط کام میں ملوث ہونے کے باوجود بے خوف وخطر آزاد گھومتا اور شہوار جیسی معصوم اور بے بس لڑکیوں کی زندگی کو اجیرن کیے رکھتا تھا۔ کاشفہ بھی بہت خود سر لڑکی تھی غرض تینوں بچے امیر باپ کی بگڑی اولادیں تھے۔ عبدالقیوم کو جب اس بات کا احساس ہوا وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو موردالزام ٹھہراتے عبدالقیوم اپنی بیوی کو لاپرواہی کا الزام دیتے ہوئے کہتا ہے:

> "تم نے اگر ذرا بھی اولاد کی طرف توجہ دی ہوتی تو کم از کم آج یہ حالات نہ ہوتے سارا سارا وقت پارٹیز اور دعوتوں کی نذر کر دیا تم نے اور آج یہ دن دیکھ رہا ہوں میں۔ کاشفہ کی نت نئی دوستیاں اور جذباتی فطرت، بدزبانی اور نااہلی سے تو میں پہلے ہی مایوس ہو گیا تھا۔ ایاز پر بھی پیسہ خرچ کر کے اس مقام تک لایا تھا۔ ایک عادلہ کچھ سمجھ بوجھ رکھتی تھی وہ بھی تمہاری باتوں میں آکر سب تباہ کر بیٹھی ہے۔"(۶)

"ٹوٹا ہوا تارا" کا ایک کردار ایاز عبدالقیوم کی ایک بگڑی ہوئی اولاد ہے اپنے باپ کے پیسوں کے بل بوتے پر اسے میڈیکل کالج میں ایڈمیشن مل جاتا ہے جہاں وہ غریب اور بے بس لڑکیوں کو تنگ کرتا ہے۔ کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ کالج کی انتظامیہ اور اساتذہ بھی خوف کا شکار ہوتے ہیں۔ ایاز ہمارے معاشرے کا ایک ایسا کردار ہے جو بے راہ روی کا شکار ہے جسے نہ تو اپنی عزت کا کوئی احساس ہے اور نہ ہی دوسروں کی عزت کا کوئی پاس۔ کالج کی انتظامیہ بھی ان معاملات میں خود کو بے بس اور مجبور تصور کرتی ہے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ اگر درسگاہیں ایسے بچوں سے بھری ہوں گی تو شریف اور عزت دار لوگ اپنے بچوں کو ایسی درسگاہوں میں بیچتے ہوئے ہزار بار سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے اور شاید اپنی عزت کی خاطر ایسے تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں خاص طور پر بیٹیوں کو بھیجیں گے ہی نہیں۔ کوئی بھی باشعور اور زمانہ شناس فرد ایسے ماحول سے دور رہنے کو فوقیت دے گا۔ جہاں پر دولت اور شان وشوکت رکھنے والے بااختیار لوگ معاشرتی بدعنوانیوں میں ملوث اپنے اثرورسوخ کا بے جا اور غلط استعمال کر کے معاشرے کے ماحول کو خراب کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ مصنفہ نے ایسے معاشرتی رویے کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور لکھتی ہیں:

"ایسے لڑکوں کو اگر کالجز پناہ دینے لگیں تو پھر شرفا لوگ کہاں اپنے بچوں کو ایسی درسگاہوں میں آنے دیں گے؟ یہ تو سراسر دھاندلی اور اخلاق سے عاری حرکات ہیں کہ ایک کمزور بے بس لڑکی عرصہ دراز سے ایک آوارہ بدمعاش ٹائپ لڑکے کی مسلسل دھمکیاں اور حرکات برداشت کر رہی ہے اور کسی کو احساس تک نہیں۔"(۷)

ایسے لوگوں کا مقصد صرف تعلیمی اداروں کے ماحول کو خراب کرنا ہوتا ہے۔ وہ بس وقت گزاری کے لیے آتے ہیں حرام کے پیسوں سے جیبیں بھری ہوتی ہیں نہ کسی کا ڈر نہ خوف۔ ان کی زندگیوں کا مقصد دوسروں پر اپنے پیسوں کا رعب جھاڑنا، غریب اور بے بس لڑکیوں کو ہراساں کرنا انجوائے منٹ کے نام پر سماجی برائیوں میں ملوث ہو جانے کا سوا کچھ نہیں ہوتا۔ مصنفہ ان کے بارے میں لکھتی ہیں:

"اس جیسے لڑکے جو اکیڈمیک لحاظ سے زیرو ہو جو اب تک میڈیکل کالج میں باپ کے پیسے کی وجہ سے ہو وہ بھلا کالج کیوں آتے ہیں اور کالج میں تعلیمی کارکردگی کے معاملے میں زیرو ہونے کے باوجود ابھی تک کالج میں کیوں لٹکا ہوا ہے صرف اس لئے کہ اس کے پاس ایسے بہت سے حربے ہیں جو ٹیا نتظامیہ ڈاکٹر کو خوفزدہ کرنے کے لئے استعمال کر لیتا ہے کسی کی کوئی نہ کوئی مجبوری ڈھونڈ نکالتا ہے۔"(۸)

مصنفہ نے نجی تعلیمی اداروں میں اس قسم کے رویوں پر تنقید کی ہے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں اگر تعلیمی ادارے اور اس کی انتظامیہ ایسے بگڑے ہوئے بچوں کو کھلے عام اپنی من مرضیاں کرنے کی اجازت دے دیں تو وہ دوسروں کی زندگیوں کو عذاب بنا دیں گے۔ مصنفہ نے تعلیمی اداروں کی انتظامیہ کو مضبوط کرنے اور مستحکم اصول و ضوابط بنانے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ انتظامیہ اتنی مستحکم ہونی چاہیے کہ وہ غلط کام کرنے والے کو اس کی غلطی کی سزا دینے کی مجاز ہو بغیر کسی دباؤ کے بنا کسی روک ٹوک کے۔ عبدالقیوم جیسے اثر و رسوخ رکھنے والے لوگ اکثر اداروں کے لیے مشکلات کھڑی کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ انتظامیہ اس حقیقت سے واقف ہوتی ہے اسی لیے وہ رئیس اور بگڑے ہوئے بچوں کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی کرنے سے گھبراتی ہے۔ مصنفہ تمام سماجی برائیوں کا گہرا ادراک رکھتی ہیں ان کی تحریریں ان کی سماجی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہیں:

"ہمارے لئے اسے کالج سے نکال دینا قطعاً مشکل امر نہیں ہے مگر ٹیچرز اور دیگر اسٹاف کی رپورٹ کے مطابق اس کا باب ہائی لیول پر اپروچ رکھتا ہے۔ وہ ابھی تک اپنے بے حد خراب

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اکیڈمک ریکارڈ کے باوجود کالج میں ٹکا ہوا ہے تو صرف اپنے باپ کی دولت اور اثر ورسوخ کی وجہ سے اگر اس لڑکے کو کالج سے نکال بھی دیا جائے تو بھی اس بچی پر ملبہ گر سکتا ہے۔"(۹)

سمیرا شریف طور نے اپنے اس ناول میں متوسط طبقے کے مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے نوجوان بہت محنت اور لگن سے اپنی تعلیم مکمل کر کے ڈگری حاصل کرنے کے بعد ملازمت کے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی ضروریات زندگی کو احسن طریقے سے پورا کر سکیں۔ اور اپنے والدین کے خوابوں کی تعبیر کر سکیں لیکن جب وہ پریکٹیکل لائف میں قدم رکھتے ہیں تو جو حقیقت ان کے سامنے آتی ہے ان کے خواب سے بالکل ہی الٹی ہوتی ہے۔ اچھے گریڈ کے ساتھ حاصل کی گئی ڈگری بھی انہیں ملازمت دلانے میں ناکام ہو جاتی ہے۔ ہر جگہ اپروچ، پیسہ اور اثر ورسوخ رکھنے والے لوگ ان کی کامیابی کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ رابعہ کا تعلق بھی ایک ایسے ہی خاندان سے ہے۔

مصنفہ متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والوں کے جزبات کی ترجمانی بھی کمال مہارت اور ہنر مندی سے کرتی ہیں۔ انہوں نے خود بھی زندگی میں بہت محنت کی تب جا کر معاشرے میں اپنا مقام بنایا۔ ہمارے ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوران تعلیم بچوں کو اچھے اور شاندار مستقبل کے سہانے خواب دکھائے جاتے ہیں انہیں یقین دہانی کرائی جاتی ہے کہ جونہی ان کا تعلیمی سفر اپنے اختتام کو پہنچے گا ایک روشن مستقبل انہیں اپنی بانہوں میں سمیٹ لے گا مگر حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ غریب ماں باپ کے بچوں کو اچھے مستقبل کے لیے خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے پھر بھی وہ اپروچ نہ ہونے کے باعث اچھی ملازمت سے محروم رہتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بس اثر ورسوخ اور پیسے کا راج ہے ان کے آگے محنت اور ذہانت کی چمک مانند پڑ جاتی ہے۔ اچھے اچھے پڑھے لکھے نوجوان ہاتھوں میں ڈگریاں تھامے ملازمت کے لیے در در کے دھکے کھاتے ہیں لیکن روزگار میسر نہیں اور آخر تھک ہار کر خود کو قسمت کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں:

"کیا فائدہ اتنا پڑھنے کا جب پڑھتے تھے تو اساتذہ حضرات سبز باغ دکھاتے تھے۔ ایم سی ایس نہ ہوا کوئی جادو کی چھڑی ہو گئی۔ رزلٹ ہاتھ میں آتے ہیں جسے ہلایا نوکری حاضر جناب! اب تین چار ماہ سے جوتیاں چٹا رہی ہوں تو اپنے ملک میں بے روزگاری کا پتہ چل رہا ہے۔"(۱۰)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مصنفہ نے اپنی اس ناول میں قاری کو دعوت فکر دی ہے معاشرے کے منفی رویوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا معاشرہ کیسا معاشرہ ہے؟ جب ہم بے بس مجبور اور بے سہارا ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنوں کے ساتھ اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ ہم سے منہ موڑ لیتے ہیں اور ہمیں زندگی کے خار دار راستوں پر اکیلے ہی آبلہ پا چلنا پڑتا ہے۔ کوئی ہمارا پرسان حال نہیں ہوتا۔ ہم خود ہی روتے اور خود ہی اپنے آنسو پونچھ لیتے ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ ایک نہ ایک دن تاریکی کے بادل چھٹ ہی جائیں گے۔ اعصاب شکن حالات اور اپنوں کے سرد رویے انسان کو بعض اوقات بہت تھکا دیتے ہیں۔

ہمارے معاشرے کا الگ ہی دستور ہے وہی رشتے دار جو مشکل وقت میں مجبور اور لاچار سمجھ کر آنکھیں پھیر لیتے ہیں جب حالات بہتر ہو جائیں، بچے پڑھ لکھ کر معاشرے میں کوئی مقام بنالیں معاشی حالات کچھ بہتر ہو جائیں تو اچانک سے انہیں رشتے داریاں یاد آجاتی ہیں۔ اپنے ان پڑھ اور کاہل بیٹوں کے لیے پڑھی لکھی اور نوکری کرتی لڑکی کے خواب دیکھے جاتے ہیں۔ مائیں سمجھتی ہیں ان کا اکلوتا بیٹا ہے تو اسے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں۔ مصنفہ نے اس ناول میں اس سماجی رویے پر بھی تنقید کی ہے۔ رابعہ کے والد اس کی ماں کو بھری جوانی میں چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے تو رشتہ داروں نے ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجبوراً وہ اپنی بیٹیوں کو لے کر باپ اور بھائی کے گھر واپس آگئی۔ اپنی بیٹیوں کی پرورش کی انہیں پڑھایا لکھایا۔ جب رابعہ پڑھ لکھ گئی اور اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی تو اچانک سے سب کو وہ پھر سے یاد آگئی ہیں۔ رابعہ کی پھپھو نے رابعہ کو اپنے بیٹے کے لیے منتخب کر لیا لیکن رابعہ کی ماں کسی بھی صورت اس خاندان سے رشتہ جوڑنے کو تیار نہ تھی جہنوں نے بیوگی میں انہیں اور ان کی بچیوں کو سہارا نہ دیا اور گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے جو کرب، اذیت اور دکھ دیکھے وہ اپنی بیٹی کو اس سے بچانا چاہتی تھی جو ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی کا ایک محفوظ مستقبل ہو:

> "مجھے نہیں پسند وہ خاندان لڑکا پڑھا لکھا ہوتا تو میں سوچتی بھی صرف ایف اے پاس ہے اکلوتا ہے تو کیا کروں باپ کی کپڑے کی چھوٹی سی دکان ہے جس کی آمدنی صرف اتنی ہے کہ جب بھی ملاقات ہو نند صاحبہ تنگی کا رونا روتے نظر آتی ہیں ایم سی ایس کیا کر لیا ہے تو انہیں بھی مجھ سے رشتہ داری یاد آگئی ہے۔ اتنی سی تھی جب اس کا باپ مرا تھا دونوں بچیوں کو لے کر آپ اور ابا جی کے پاس آنا پڑا کبھی پلٹ کر نہ خبر لی اور برسوں بعد ملنا ملانا ہوا تو سارے جہان کے آوارہ کاہل اور کام چور بیٹے کا رشتہ مانگنے چلی آئیں۔"(۱۱)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سمیرا شریف طور سماج میں عورتوں کو درپیش مسائل، حد سے بڑھتی ہوئی آزاد خیالی اور اس کے نقصانات، معاشرے میں ہونے والی بدعنوانیاں، دھوکہ دہی، کرپشن، نئی اور پرانی اقدار کا ٹکراؤ، فرسودہ رسوم و روایات سے جنم لینے والے سماجی مسائل کی قید میں پھنسے ہوئے خاندان اور نئی نسل کے رجحانات جیسے موضوعات پر قلم اٹھاتی ہیں اور معاشرے کی حقیقی تصویر کشی کرتی ہیں۔ وہ سماج اور سماج سے جڑے مسائل کا گہرا ادراک رکھنے والی قلم کار ہیں اور اپنے کرداروں کے ذریعے حیات انسانی سے وابستہ حقائق کو بیان کرتی ہیں۔ حیات انسانی اپنے تمام پیچ و خم کے ساتھ ہر دور میں ادب میں منعکس ہوتی ہے۔

مصنفہ نے سماج سے جڑے تمام حقائق کو بڑی چابک دستی سے بیان کیا ہے اور اس حقیقت سے پردہ اٹھانے کی سعی کی ہے کہ ہمارے معاشرے میں چند بے ضمیر اور مکروہ کردار کے مالک تعلیم کو چند پیسوں کے عوض بیچ دیتے ہیں۔ اور خریدی گئی ڈگریاں لے کر یہ نااہل لوگ ہر شعبہ ہائے زندگی میں بڑے بڑے عہدوں پر براجمان ہو کر ملک کی باگ دوڑ سنبھالتے ہیں۔ انہی نااہل لوگوں کی وجہ سے ملکی تعمیر و ترقی کا عمل بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ ایاز بھی عبدالقیوم کا بگڑا ہوا نالائق بیٹا تھا جس کا میڈیکل کالج میں داخلہ اثر و رسوخ استعمال کر کے کرایا گیا تھا۔ آئے دن کالج سے اس کی شکایتیں ملتی تھی اس کا غیر سنجیدہ رویہ عبدالقیوم کو عاجز کیے ہوئے تھا۔ مصنفہ نے بڑی مہارت سے اس معاشرتی مسئلے پر قلم اٹھایا ہے جو ہمارے معاشرے میں ایک ناسور کی حیثیت حاصل کر چکا ہے یہ توجہ طلب مسئلہ ہے:

> "دیکھ رہی ہو تم دونوں اس کی عیاشیوں اور شاہ خرچیوں سے میں عاجز آ چکا ہوں۔ چار سال اس نے ایف ایس سی میں لگائے۔ میں نے پیسا پانی کی طرح بہا کر اس مقام پر اس کا رزلٹ بہتر کروانے کی کوشش کی کہ اسے میڈیکل میں داخلہ مل سکے۔ دو سال ٹیسٹ کلیئر کرنے میں لگا دیے۔ جھولی بھر کر رقم دی تو اسے داخلہ ملا اب بھی اس کے گلچھرے ختم نہیں ہو رہے۔ جب جی چاہتا ہے ہر دوسرے دن لاکھ دو لاکھ نکلوا لیتا ہے۔"(۱۲)

مصنفہ اس ہنر سے بخوبی واقف ہیں کہ سماجی عوامل کو کیسے خوبصورت الفاظ کا پیرہن پہنا کر ایک جاندار تحریر کی شکل میں ڈھالنا ہے اور قاری کے سامنے پیش کرنا ہے تاکہ قاری اس سے کچھ اخلاقی سبق حاصل کر سکے اور حقائق کی گرہیں کھول سکے۔ عبدالقیوم اور اس کی اولادیں اعلیٰ درجے کے طبقے کے ان لوگوں کی ترجمانی کرتے ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا بس دولت اور پیسہ ہے۔ ساری زندگی وہ غفلت کی نیند سوتے ہیں۔ اور اخلاقی اقدار کو بھلائے بیٹھے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہیں بد عنوانی، دھوکہ دہی، دولت کی ہوس، بے ایمانی اور دوسروں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا ان کے نزدیک کوئی رکیک عمل نہیں۔ایسے لوگ اپنے فائدے کے لیے لاکھوں افراد کی زندگیوں سے کھیل جاتے ہیں۔عبدالقیوم نے بھی ہزاروں گھروں کو تباہ کیا، کئی غریبوں کے حق کھائے، کئی لوگوں کی جانیں لی، کئی بے بس اور مجبور لوگوں کی بے بسی اور مجبوریوں سے فایدہ اٹھایا۔وہ اس حقیقت سے ناواقف تھا کہ رب کائنات کی پکڑ میں جب آئے گا تو پھر اس کے پاس بچ پانے کا کوئی چارہ نہ ہو گا۔اسے اپنے ہر ایک ظلم اور ہر ایک گناہ کا حساب دینا ہو گا۔وہ اپنے انجام سے غافل اپنی عیاشیوں میں مصروف رہا۔اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ایک دن اسے دوسروں کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

عبدالقیوم، عادلہ، ایاز اور کاشفہ ایسے کردار ہیں جن کے توسط سے سمیرا شریف نے معاشرے میں ایسے کرداروں کی طرف اشارہ کیا ہے جن کے لالچ، ہوس زر، منفی رویے، نفرت اور حسد لاکھوں لوگوں کی زندگیوں سے سکون، اور چین کو چھین لیتے ہیں۔مصنفہ نے قاری کو اس حقیقت کو سمجھنے اور پرکھنے کی دعوت دی ہے کہ اپنی زندگی میں وقت رہتے ہی سنبھل جانا چاہیے کیونکہ دنیا مکافات عمل ہے آج ہم جو بیج لگائیں گے کل کو اسی فصل کو کاٹنا ہو گا۔ برائی سے جہاں تک ممکن ہو خود کو بچائیں حقدار کو اس کے حقوق سے محروم نہ کریں۔مصنفہ نے ان تلخ حقائق کو بڑی مہارت سے بیان کیا ہے۔عبدالقیوم کے انجام کے ذریعے اس بات پر زور دیا ہے کہ ہمیں اپنی زندگیوں میں اعتدال پسندی اور قناعت پسندی جیسی خصوصیات پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔دھوکہ دہی، بے ایمانی، دولت، شان و شوکت اور اثر ورسوخ کے بل بوتے پر حقداروں کے حقوق سلب کرنے جیسی سماجی برائیوں کی وجہ سے معاشرہ اخلاقی پستی کا شکار ہو جائے گا۔جہاں تک ممکن ہو اپنے برائی سے اجتناب کیا جائے:

> "برائی کا انجام آخر کار برائی ہی ہوتا ہے ایاز نے جو بویا تھا وہ کاٹ لیا۔۔۔ دیکھنے والوں کو ان پر ترس آرہا تھا لیکن کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ سب ایک دن کے اعمال کا نتیجہ نہ تھا۔یہ موت برسوں کے ظلم کی پیداوار تھی۔ایسا ظلم جو بے گناہ اور معصوم جانوں پر ڈھایا گیا تھا وہ ظلم جس کی لپیٹ میں کئی معصوم بچے کچلے گئے تھے۔وہ ظلم جو دولت اور طاقت کے نشے میں چور ہو کر ایک ظالم نے مظلوم پر ڈھایا تھا۔نامہ اعمال سیاہ تھے۔"(۱۳)

مصنفہ معاشرتی رویوں پر کڑی نظر رکھتی ہیں اور حقائق کے بیان پر مہارت بھی رکھتی ہیں۔وہ ہماری توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہ رہی ہیں کہ ڈاکٹری پیشہ انسانیت کا درس دیتا ہے لوگوں کی جانوں کو بچانا ان کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اولین مقصد ہوتا ہے لیکن اب شاید ایسا نہیں۔ عبد اقیوم کی بیٹی کا شفہ جب ایک حادثے کا شکار ہو جاتی ہے تو ولید اسے فوری طور پر قریبی ہسپتال میں لے کر آتا ہے تاکہ اس کی جان بچائی جا سکے۔ ہسپتال پہنچنے پر بجائے اس کے کہ ہسپتال میں موجود عملہ مریض کو فوری طبی امداد فراہم کرتا اس بات پر زور دیا جاتا رہا کہ پہلے ہسپتال کے فارم پر کر کے کاغذی کارروائی کو مکمل کیا جائے اور فیس ادا کی جائے پھر مریض کا علاج شروع کیا جائے گا۔ ہسپتال کے عملے کے اس سفاک رویے پر ولید حیران ہو جاتا ہے کیسے لوگ ہیں ایک لڑکی اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہی ہے اور عملے کو اپنے اخراجات کی ادائیگی کی فکر ستا رہی ہے۔ ولید کو اس بات کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ان معاملات میں تو باہر کے ممالک کہیں درجے بہتر ہیں ہر ممکن کوشش کر کے مریض کی جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں بغیر سوچے کہ مریض کے اخراجات کون ادا کرے گا۔ وہ انسانی جان کی قدر و قیمت کو سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں لوگ بہت بے حس ہو چکے ہیں جن کی کسی کی تکلیف دکھائی ہی نہیں دیتی۔ وہ صرف اپنے نفع اور نقصان کے بارے میں سوچتے ہیں کسی کی جان کی ان کے نزدیک دو کوڑی کی بھی اوقات نہیں۔ ایسے بے حس رویوں کی وجہ سے ہم ترقی یافتہ ممالک سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ ایسا مردہ معاشرہ جہاں انسانی جان سے زیادہ روپے پیسے کی اہمیت ہے اس سے کوئی امید رکھنا بے سود ہے۔ ولید کے یہ الفاظ ہمارے بے حس رویوں پر ایک طمانچہ ہیں:

> "تو کیا آپ لوگ اس کے مرنے کا ویٹ کر رہے ہیں اسے فوری ٹریٹمنٹ دیں۔ میں ہر طرح کی صورتحال کو قبول کر کے اس کی ذمہ داری قبول کر رہا ہوں۔ اور بحثیت انسانیت ہر طرح کے ڈیوز بھی پے کرنے کو ریڈی ہوں۔ کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ کائنڈلی آپ یہاں کے ڈاکٹروں سے میری بات کروائیں۔ حیرت ہے کیسی بے حسی اور سفاکیت ہے؟ انسانیت نام کو نہیں۔۔۔۔ گوشت پوست کا بنا انسان آخری ہچکیوں پر ہے اور آپ لوگوں کو اپنے فوائد کی پرواہ ہے۔۔۔۔ او مائی گاڈ۔"(۱۴)

سمیرا شریف طور سماج سے جڑے تمام حقائق اور عوامل کو خوبصورت پیرائے میں بیان کرنے کا ہنر جانتی ہیں۔ وہ اپنے ناولوں میں تمام سماجی مسائل کی حقیقی تصویر پیش کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی تخلیقات میں گہری عصری آگہی اور سماجی شعور کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مصنفہ نے قلم اٹھا کر قاری کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ نشے اور جوئے جیسی لت کس طرح ہمارے معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کرتی جا رہی ہے۔ اگر رہتے وقت اس پر قابو نہ پایا گیا تو معاشرے میں ہزاروں نوجوان اس برائی کا شکار ہو کر اپنی زندگیوں کی بربادی کا سبب بنیں گے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"اس کے نشے اور جوئے کی لت نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ اچھا بھلا خاندان اور گھر تھا اس کی حرکتوں کی وجہ سے خاندان نے ہمیں چھوڑ دیا۔ جوئے میں گھر ہار دیا۔ یہ ٹوٹے پھوٹے مکان میں لا بٹھایا۔ بڑی بیٹی کو بھی ایک بوڑھے سیٹھ سے بیاہ دیا۔ جس کا قرض دینا تھا اس نے۔ اب چھوٹی بیٹی کے لیے یہ رشتہ لایا ہے ایک جواری زمانے بھر کے آوارہ اور بد معاش کا۔ کہتا ہے جوئے میں رقم ہارا ہے اب رقم نہیں دے گا تو وہ اسے مار دے گا۔۔۔ میری معصوم اور بھولی بیٹی وہ تو جیتے جی مر جائے کی سال کے گیارہ ماہ تو یہ جیل میں گزارتا ہے۔"(۱۵)

سمیرا شریف طور کا ناول" ٹوٹا ہوا تارا" ان کی ایک بہت خوبصورت تخلیق ہے اپنے ناول "ٹوٹا ہوا تارا" میں انہوں نے اپنی گہری سماجی بصیرت اور فنی صلاحیتوں کا کھل کر اظہار کیا ہے۔ امیر طبقے کے ہاتھوں نچلے طبقے کا استحصال، رئیس ماں باپ کی بگڑی اولاد کا منفی رویہ، والدین کی عدم توجہ اور لاپرواہی کا بچوں کی شخصیت پر منفی اثر، مرد کا عورت کو کمتر سمجھنا، نام نہاد خاندانی روایات کے نام پر عورت ذات کا استحصال، اثر ورسوخ کا غلط استعمال، نجی تعلیمی اداروں کا تعلیم کے بجائے ڈگریاں بیچنے کا کاروبار اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی بدعنوانیوں اور بے ایمانیوں کا راج جیسے بہت سے اہم موضوعات کو بیان کیا ہے۔ سمیرا شریف دور حاضر کی ایسی ناول نگار ہیں جن کے ناولوں کے موضوعات سماجی مظاہر کی حقیقی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کا ہر کردار جاندار اور متحرک ہے وہ واقعات میں ایک ربط، توازن اور تسلسل پیدا کرنے کی مہارت رکھتی ہیں۔ ان کا اسلوب سادہ ہے۔ وہ زندگی کی تلخیوں کا گہرا ادراک رکھنے والی قلم کار ہیں۔ انہوں نے سماجی شعور کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور تمام سماجی مسائل کو بڑی خوبصورتی اور مہارت سے بیان کیا ہے۔

حوالہ جات

۱- محمد ایمن انصاری، ڈاکٹر، اردو ناولوں میں سماجی مسائل کی عکاسی، نصرت پبلشرز لکھنؤ، ۱۹۸۸ء، ص:۱۱

۲- محمد ایمن انصاری، ڈاکٹر، اردو ناولوں میں سماجی مسائل کی عکاسی، ص:۱۹

۳- ایضاً، ص:۲۵

۴- قیصرہ آرا (پیش لفظ) جنون سے عشق تک، القریش پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۹، ص:۵

۵- سمیرا شریف طور، ٹوٹا ہوا تارا، القریش پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص:۱۴

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۶- سمیرا شریف طور، ٹوٹا ہوا تارا، ص:۱۵۵

۷-ایضاً، ص:۱۴۸

۸-ایضاً، ص:۱۳۲

۹-ایضاً، ص:۱۴۹

۱۰-ایضاً، ص:۱۵۵

۱۱-ایضاً، ص:۱۵۶

۱۲-ایضاً، ص:۸۶

۱۳-ایضاً، ص:۴۸۷

۱۴-ایضاً، ص:۱۰۸

۱۵-ایضاً ، ص:۲۴۳